# اسلامی بینکاری

## {حضرات مجوزین کی تحریرات کے آئینہ میں}

تالیف

**مفتی احمد ممتاز**

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ؒ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی ؒ

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

موبائل: 0333-2226051

# ﴿ایک نظر میں﴾

زیرِ نظر رسالہ میں جن مسائل میں حضرات مجوزین کی تحریرات حضرات مانعین کے موافق ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) یومیہ پیداوار کی بنیاد پر تقسیم منافع۔

(۲) رب المال کا ہر صورت میں اپنا حصہ مضارب یعنی بینک کو فروخت کرنا۔

(۳) مضارب اور شریک کو متعین اجرت اور تنخواہ دینا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام ! دارالعلوم کورنگی کراچی سے ''کیپ ایبل ایشیا کمپنی'' کے لئے ایک مضاربت نامہ جاری کیا گیا ہے، اس مضاربت نامہ اور فتاوی عثمانی کی جلد ثالث، امداد الفتاوی جلد ثالث اور مولانا مفتی عمران اشرف کی کتاب ''شرکت ومضاربت عصر حاضر میں'' سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے بینک کے درجِ ذیل تین اہم مسئلوں سے رجوع فرمالیا ہے۔

(۱) یومیہ پیداوار کی بنیاد پر تقسیم منافع۔

(۲) رب المال کا ہر صورت میں اپنا حصہ مضارب یعنی بینک کو فروخت کرنا۔

(۳) مضارب اور شریک کو متعین اجرت اور تنخواہ دینا۔

چونکہ ان تینوں مسائل میں دوسرے بے شمار علماء کرام پہلے سے وہی فرماتے ہیں جس کی طرف اب حضرت زید مجدہم نے رجوع فرمایا ہے اور یہ حضرت زید مجدہم کی حق پرستی اور تدین کی دلیل ہے۔ البتہ اس رجوع کے بعد صرف میری نہیں بلکہ ہر مسلمان کی حضرت زید مجدہم سے پُر زور گزارش ہے کہ بینکوں کے اصول وقواعد میں بھی ترامیم کرا کے ان مسائل کے مطابق اصلاح کروالیجیے، اور بینکوں کو درج ذیل باتوں کا پابند بنالیجیے۔

(۱) ہر دن، ہر وقت مضاربہ ومشارکہ اکاؤنٹ میں نئے اکاؤنٹ کی رقم جمع نہ کریں بلکہ اتنی مدت کے بعد رقم لیا کریں کہ جس سے شرکتِ عنان کی شرطیں کم از کم امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق درست ہوسکیں اور قدیم شرکاء کا سرمایہ جو عروض اور سامان کی شکل میں ہے، بوقت عقدِ ان عروض کی قیمت لگا کر ان کے رأس المال کا تعین ہوسکے، جو صحت عقدِ شرکت کی شرط ہے۔

(۲) کلائنٹ جب اپنا حصہ فروخت کر کے اکاؤنٹ ختم کرنا چاہے تو اس کو آزادی حاصل ہوگی، یعنی چاہے تو باہمی رضامندی سے اپنا حصہ مضارب (بینک) کو فروخت کرے

یا چاہے کسی شریک کو فروخت کرے یا اپنی مرضی سے کسی ثالث کو فروخت کرے۔

(۳) وہ بینک ڈائریکٹر جس کا مال بھی اپنے بینک میں جمع ہے اور دوسرے وہ بینک ملازمین جن کا مال بھی شرکت و مضاربت کے حوض میں جمع ہے، ان کی کوئی متعین تنخواہ نہ ہو، بلکہ امدادالاحکام میں تحریر شدہ تجویز یعنی ''نفع میں تناسب زیادہ رکھنے'' پر عمل کرایا جائے۔

نیز یہ بھی عباراتِ فقہیہ میں صراحۃً لکھا ہے کہ اگر سارے شرکاء کام نہیں کرتے، بلکہ کام بعض کے ذمہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں کام نہ کرنے والے شریک کی رقم دوسرے کام کرنے والے کے پاس مضاربۃً ہے، اور یہ عقد اصل میں مضاربت ہے اور تبعاً شرکت ہے، اور مضارب کے لئے طے شدہ شرح سے نفع اور متعین اجرت اور تنخواہ دونوں کو خود حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیدمجدہم نے بھی ''فتاوی عثمانی جلد ثالث'' میں ناجائز تحریر فرمایا ہے۔

اگر کوئی مروجہ اسلامی بینک حضرت زیدمجدہم کی اس پابندی (جو عین شریعت کے مطابق ہے) کو تسلیم نہ کرے اور اس کے مطابق عمل سے انکار کرے، تو حضرت زیدمجدہم ان سے لاتعلقی کا اعلان فرمادیں، تاکہ ان کو حضرت زیدمجدہم کا نام استعمال کر کے ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع میسر نہ ہو۔

## مسئلہ نمبرا: یومیہ پیداوار کی بنیاد پر تقسیم منافع
## دارالعلوم سے شائع کردہ مضاربت نامہ کی عبارت

(۱۰) فریقِ اول مذکور اور دیگر ارباب الاموال جنہوں نے فریقِ ثانی کو اپنا سرمایہ مضاربت کی بنیاد پر دیا/ دیں گے، ان کے درمیان عقدِ شرکت (بصورت شرکتِ عنان) کا معاملہ وجود میں آ گیا/ آ جائے گا۔ لہٰذا ان شرکاء کے درمیان شرکت عنان والے احکام کی پابندی کی جائے گی، لہٰذا مضارب پر لازم نہیں کہ وہ تمام شرکاء کے درمیان نفع کا تناسب ایک ہی

رکھے بلکہ وہ مختلف شرکاء کا مختلف تناسب مقرر کرسکتا ہے۔''

مندرجہ بالا عبارت میں مختلف ارباب الاموال (جنہوں نے ایک مضارب کو مال دیا ہے) کی شرکت کو شرکتِ عنان کہا گیا ہے۔ خود حضرت زید مجدہم نے بھی اپنی کتاب ''غیر سودی بینکاری'' میں بینک کو مضارب اور ارباب الاموال کو آپس میں شرکاء فرمایا ہے۔

فارم کے اس نمبر۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک مضارب کے ارباب الاموال کی آپس میں شرکت عنان ہے اور شرکتِ عنان میں اگر ایک جانب سے عروض ہوں اور دوسری جانب نقد روپیہ، تو حنفیہ کے نزدیک یہ شرکت جائز نہیں، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق جائز ہے، لیکن اس جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ ہر نئے آنے والے کلائنٹ (جو شرکتِ عنان کے لئے آیا ہے) سے عقد کے وقت قدیم شرکاء کے سرمائے (جو اس وقت بصورت عروض اور سامان ہے) کی بازاری قیمت لگا کر اس قیمت کے مطابق ان کا رأس المال متعین کیا جائے گا جو کہ نقصان کی صورت میں جمع کردہ سرمائے سے کم اور نفع کی صورت میں زیادہ ہوگا۔

اس شرط کی تصریح فتاوی عثمانی، امداد الفتاوی اور صاحبزادہ مولانا مفتی عمران اشرف زید مجدہم کی کتاب ''شرکت ومضاربت عصر حاضر میں'' میں موجود ہے۔

فتاوی عثمانی میں عنوان ''نقد کی بجائے مضاربت بالعروض کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے:

> ''جواب: حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربت بالعروض درست نہیں، الا یہ کہ انہیں بیچ کر نقد بنالیا جائے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں جائز ہے، اور وقتِ عقد کی قیمت کو رأس مال المضاربہ قرار دیا جائے گا (الانصاف للمرداوی ۵/۴۰۹)

حاجت کے وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرکت بالعروض میں

مالکیہ کا قول اختیار کرنے کی گنجائش دی ہے (امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۵) یہ گنجائش یہاں بھی ہوسکتی ہے۔ (فتاوی عثمانی ۳/ ۳۸، ۳۹)

اس فتوی میں خود حضرت زید مجدہم نے مضاربہ بالعروض میں بوقت عقد قیمت کو رأس المال قرار دینے کی تصریح فرمائی ہے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے شرکت بالعروض کے جواز کو مقیس علیہ بنایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید مجدہم کے نزدیک شرکت بالعروض ہو یا مضاربت بالعروض دونوں میں بوقت عقد عروض کی قیمت لگانا اور پھر اس قیمت کو رأس المال بنانا شرط اور ضروری ہے۔ جبکہ بینکوں کے موجودہ طریقِ کار میں ہر نئے آنے والے کلائنٹ کے لئے قدیم شرکاء کے عروض کی قیمت نہیں لگائی جاتی۔

## امداد الفتاوی کی عبارت

کمپنی کے حصص کی خریداری اور اس میں شرکت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب و اللہ الموفق للحق و الصواب

۱۔ بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکتِ عنان ہے، کیونکہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے ہیں اور اپنی عماراتِ مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مال تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے عمارات و سامان وغیرہ میں لگایا تو وہ اپنے کو کمپنی کے سو/ ۱۰۰ حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنقد نہ ہوگی بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

فیجوز الشرکة و المضاربة بالعروض بجعل قیمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد فی روایة و هو قول مالک و ابن أبی لیلی کما ذکره الموفق فی المغنی ۵/۱۲۵

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتوی دے کر شرکت مذکورہ کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے (امداد الفتاوی ۳/۴۹۴)

اس میں بھی صراحۃً ذکر ہے کہ اپنی عماراتِ مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مالِ تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں اور بجعل قیمتها وقت العقد رأس المال جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نئے کلائنٹ سے عقد کے وقت قدیم شرکاء کی عروض کی قیمت لگانا اور اس کو رأس المال بنانا شرط اور ضروری ہے۔

حضرت مفتی محمد تقی صاحب زید مجدہم کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد عمران اشرف زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

''کیا سرمایہ کا نقد ہونا ضروری ہے؟

شرکت کے اندر سرمایہ کیسا ہونا چاہیے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ جو لوگ شرکت قائم کریں ان میں سے ہر شخص اپنی سرمایہ کاری کا حصہ نقد فراہم کرے؟ یا کوئی شریک اپنا حصہ جنس کی صورت میں بھی دے سکتا ہے؟ اس کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔

(احناف کا مذہب)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنس (سامان) کی شکل میں سرمایہ لگا کر شرکت العقد وجود میں لانا جائز نہیں، خواہ وہ سامان مثلی اشیاء میں سے ہو یا قیمتی اشیاء میں سے ہو۔

(مالکیہ کا مذہب)

اس کے برعکس مالکیہ کے نزدیک جنس کی شکل میں سرمایہ فراہم کر کے شرکت مطلقاً جائز ہے، خواہ وہ سامان مثلیات میں سے ہو خواہ قیمیات میں سے ہو، نیز یہ بھی جائز ہے کہ دونوں شریک اپنا سرمایہ جنس کی صورت میں فراہم کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شریک نقد روپے لائے اور دوسرے کا سرمایہ جنس کی شکل میں ہو۔

مالکیہ کہتے ہیں جب کوئی شریک سامان کی صورت میں سرمایہ فراہم کرے تو اس کے حصے کا تعین اس سامان کی بازاری قیمت کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ۲۴۸)

نیز لکھتے ہیں : اگر کوئی شخص کسی چلتی ہوئی صنعت (Industry) میں اپنا روپیہ لگائے اور صنعتکار کے ساتھ شرکت کر لی تو یہ جائز ہے مثلاً زید کا ایک کپڑے کا کارخانہ ہو، اور بکر اس میں ایک لاکھ روپے ڈال کر اس کا رخانے میں حصہ دار بن جائے اور اس طرح زید اور بکر اس کپڑے کی صنعت میں شرکت کر لیں اس صورت میں زید کا سرمایہ عروض (جنس) کی شکل میں ہوا اور بکر کا سرمایہ نقد شکل میں، لہٰذا زید کے کارخانے کی قیمت لگا کر اس کا سرمایہ متعین کیا جائے گا اور اس کی بنیاد پر شرکت قائم کی جا سکے گی کیونکہ یہ بات پیچھے آچکی ہے کہ سرمایۂ شرکت کا نقد ہونا لازمی نہیں ہے۔

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ۲۵۵)

الحاصل: ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق بھی یہ شرکت اس وقت صحیح اور جائز ہوگی جبکہ ہر نئے آنے

والے کلائنٹ کے لئے بوقتِ شرکت قدیم شرکاء کے سامان کی بازاری قیمت لگائی جائے، نیز قدیم کلائنٹ اگر اپنے اکاؤنٹ میں مزید رقم جمع کر کے اکاؤنٹ بڑھانا چاہے گا تو اس وقت بھی دوسرے شرکاء کے سامان کی بازاری قیمت لگانا صحت اور جواز کے لئے ضروری ہے۔

## مسئلہ نمبر۲: ''رب المال کا ہر صورت میں اپنا حصہ بینک کو فروخت کرنا''

## دار العلوم سے شائع کردہ مضاربت نامہ کی عبارت

''۱۱۔ اس عقد کی شق نمبر۲ اور ۳ میں ذکر کردہ تفصیل کے تحت یہ عقدِ مضاربت ختم ہونے کی صورت میں فریق اول کے اثاثوں کا تصفیہ درج ذیل طریقوں سے ہو سکے گا۔

(الف) فریق اول اپنے متناسب اثاثے باہمی رضامندی سے فریق ثانی کو بیچ دے۔

(ب) فریق اول اپنے متناسب اثاثے باہمی رضامندی سے دوسرے شرکاء (فریق اول کے دیگر ارباب الاموال) میں سے کسی کو بیچ دے۔

(ج) فریق اول اپنے متناسب اثاثے باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو بیچ دے، اس صورت میں وہ شخص فریق اول کی جگہ رب المال کی حیثیت میں آجائے گا۔

اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط وتفصیلات ہونگی جو اس وقت فریق اول مذکور کے ساتھ ہیں۔''

قارئین کرام! ہم پہلے سے یہی بات عرض کرتے رہے ہیں کہ رب المال کو یہ تینوں اختیار شرعاً حاصل ہیں۔ الحمد للہ! اب حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم ہی کے

ادارے نے بھی یہی فتوی دیا ہے کہ رب المال (کلائنٹ) کو یہ تینوں اختیار حاصل ہیں۔

اب حضرت زید مجدہم سے گزارش ہے کہ یہ مسئلہ بینکوں میں جاری کروالیں۔

## مسئلہ نمبر۳: ''مضارب اور شریک کو متعین اجرت اور تنخواہ دینا''

مضارب اور شریک کی متعین اجرت اور تنخواہ کا مفسدِ شرکت ومضاربت ہونا بھی ہمارے اور حضرت زید مجدہم میں اتفاقی بات ہے، نیز امداد الاحکام میں بھی اس کو صراحۃً ناجائز لکھا ہے۔

لکھتے ہیں:

''الجواب: شریک کا اجیر ہونا درست نہیں، بلکہ صورتِ جواز یہ ہے کہ جو شریک منیجر ہو اس کا حصہ منافع میں زیادہ کردیا جائے، مثلاً جو شریک منیجر نہیں ان کا حصہ روپیہ میں دو آنہ ہے تو منیجر کا حصہ روپیہ میں چار آنہ کردیا جائے۔

لیکن یہ جائز نہیں کہ اس کے تنخواہ مقرر کی جائے۔حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ

از تھانہ بھون ۲۰/محرم الحرام ۴۷ھ

الجواب صحیح

اشرف علی عفی عنہ، ۲۲/محرم ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام ۳/۳۲۴)

ایسے ہی حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں شریک کے لئے متعین تنخواہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔

سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: چار شخصوں نے مل کر تجارت کی اور باہم یہ بات قرار پائی کہ ایک سال دو شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاویں اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہیں اور دوسرے سال دو شخص جو مکان پر رہے تھے وہ مال تجارت

لے کر پردیس کو جاویں اور جو پردیس کو مال لے کر گئے تھے وہ وطن میں مکان پر رہیں اب صرف دو ہی شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاتے ہیں اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہتے ہیں، اب تحقیق طلب یہ بات ہے کہ جو شخص پردیس کو مال تجارت لے کر جاتے ہیں وہ ان دو شخصوں سے جو مکان پر رہتے ہیں اور مال تجارت لے کر پردیس کو نہیں جاتے منافع زیادہ لینے کے مستحق ہیں کہ نہیں؟ اگر منافع زیادہ نہیں لے سکتے تو اپنا حق المحنت پردیس جائیں بطور تنخواہ کے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس سوال میں کوئی اور شق بھی رہ گئی ہو تو اس کا جواب بھی مرحمت فرمادیا جاوے تاکہ تکمیل جواب ہو جاوے اور حضور والا کو مکرر تکلیف نہ دی جاوے۔

الجواب : فی الدر المختار : کتاب الشرکة : و شرطها کون المعقود علیه قابلا للوکالة فلا تصح فی المباح کاحتطاب و عدم ما یقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما لأنه قد لا یربح غیر المسمی و حکمها الشرکة فی الربح .

فی رد المحتار تحت قوله : ( و حکمها الشرکة ) و اشتراط الربح متفاوتا عندنا صحیح فی ما سیذکر ۳/ ۵۲۰

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ باہر جاتے ہیں وہ منافع زیادہ لے سکتے ہیں مگر تنخواہ معین کر کے نہیں لے سکتے، اور منافع جو زیادہ لیں گے وہ نسبت سے ہونا چاہیے مثلاً دو ثلث یہ لیں گے اور ایک ثلث دوسرے شرکاء جو باہر نہ جاویں گے مثلاً، اور یہ جائز نہیں کہ بیس، بیس روپے ماہوار لیا کریں گے۔ ۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ (امداد الفتاوی ۳/ ۵۱۵)

اور خود حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے بھی فتاوی عثمانی میں مضارب کے

لئے تنخواہ کو صراحتًہ ناجائز لکھا ہے۔سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

.......(۲) ایک شخص کا صرف سرمایہ ہے اور دوسرے کی صرف محنت ہے سرمایہ نہیں، محنت والے شخص کو مثلاً ۳۰ فیصد فائدہ اور ایک فیصد خاص مقدار تنخواہ بھی دی جائے جبکہ یہ محنت والا شخص نقصان میں شریک نہیں از روئے شریعت ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: ........(۲) یہ صورت جائز نہیں ہے، آپ یا تو اس کا نفع میں کچھ فیصد حصہ رکھیں، پھر تنخواہ مقرر کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ مضاربت ہوگی، یا تنخواہ مقرر کریں اور وہ متعین رقم ہو نفع کا فیصد نہ ہو، نفع میں بحیثیت شریک حصہ دار کوئی فیصد حصہ مقرر نہ کریں، اس صورت میں یہ اجارہ ہوگا، دونوں چیزوں کو جمع کرنا درست نہیں۔ واللہ اعلم (فتاوی عثمانی ۳/۳۶)

اسی طرح فتاوی شامیہ کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل نہ کرنے والے شریک کا مال، عمل کرنے والے شرکاء کے پاس بطور مضاربت ہوتا ہے اور مضارب کے لئے حضرت زید مجدہم کی تصریح کے مطابق متعین تنخواہ اور نفع کی نسبت دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ بینک میں بھی بعض شرکاء پر عمل شرط ہے اور بعض کو عمل کی اجازت نہیں ہوتی۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت قوله '' مطلب: في توقيت الشركة روايتان: وَفِي النَّهرِ : اعلم أَنَّهُمَا إذَا شَرَطَا العَمَلَ عَلَيهِمَا إن تَسَاوَيَا مَالًا وَتَفَاوَتَا رِبحًا جَازَ عِندَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ خِلَافًا لِزُفَرَ وَالرِّبحُ بَينَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا وَإِن عَمِلَ أَحَدُهُمَا فَقَط ؛ وَإِن شَرَطَاهُ عَلَى أَحَدِهِمَا فَإِن شَرَطَا الرِّبحَ بَينَهُمَا بِقَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا جَازَ وَيَكُونُ مَالُ الَّذِى لَا عَمَلَ لَهُ بِضَاعَةً عِندَ العَامِلِ لَهُ رِبحُهُ وَعَلَيهِ وَضِيعَتُهُ وَإِن شَرَطَا الرِّبحَ لِلعَامِلِ أَكثَرَ مِن رَأسِ مَالِهِ

جَازَ أَيضًا عَلَى الشَّرطِ وَيكُونُ مَالُ الدَّافِعِ عِندَ العَامِلِ مُضَارَبَةً وَلَو شَرَطَا الرِّبحَ لِلدَّافِعِ أَكثَرَ مِن رَأسِ مَالِهِ لَا يَصِحُّ الشَّرطُ وَيكُونُ مَالُ الدَّافِعِ عِندَ العَامِلِ بِضَاعَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنهُمَا رِبحُ مَالِهِ وَالوَضِيعَةُ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ رَأسِ مَالِهِمَا أَبَدًا هٰذَا حَاصِلُ مَا فِي العِنَايَةِ اهـ مَا فِي النَّهرِ . (الشامية ۶/ ۴۷۸، ط:رشیدیة، کوئٹہ)

یہ بھی واضح رہے کہ جس کمپنی کے لئے یہ مضاربت نامہ تیار کیا گیا ہے، اس کا نام ''کیپ ایبل ایشیا کمپنی'' ہے، حضرت مولانا اعجاز صمدانی صاحب (رفیق دارالافتاء دارالعلوم کراچی) نے ان کے ساتھ اسلام آباد میں ایک اجلاس میں شرکت فرمائی تھی اور کمپنی کے پرانے مضاربت فارم کو بعض شقوں کی وجہ سے ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے جدید مضاربت نامہ تیار کرنے کا مشورہ دیا تھا، جس پر کمپنی کے بعض ڈائریکٹر حضرات دارالعلوم آئے تھے اور آصف جاوید کے نام سے یہ استفتاء منسلک بمضاربت نامہ بھی جمع کرایا تھا۔

باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دارالعلوم کے اہل افتاء کے سامنے اس کمپنی کے کاروبار کے سلسلہ میں بعض ایسی باتیں آئی تھیں جن کی وجہ سے وہ حضرات اس کاروبار سے (جس کے لئے مضاربت نامہ تیار کیا گیا ہے) مطمئن نہ تھے، مثلاً بعض ایسے ڈائریکٹروں کو ۱۵/ ۱۶ لاکھ روپے تنخواہ دینا جو کمپنی کا کچھ بھی کام نہ کرتے تھے، نیز ابتدائی دس ماہ تک لاکھ پر ماہانہ بارہ بارہ ہزار روپے نفع دینا اور بعد میں آہستہ آہستہ کم کرتے کرتے چار/ پانچ ہزار تک دیتے رہنا۔ جبکہ مروجہ اسلامی بینک (جن کا سرمایہ اور کاروبار دونوں اس کمپنی سے وسیع تر ہیں) میں بھی اتنا نہیں ہوتا۔

جب کمپنی نے کاروبار کے سلسلہ میں استفتاء کیا تو دارالعلوم کے اہل افتاء نے کاروبار پر عدمِ اطمینان کی بنا پر کئی وضاحتوں کو تحریراً پیش کرنے پر جواب کو معلق اور مؤخر کیا۔

قارئین کرام! ایسے موقع پر اصولی طور پر کیا ہونا چاہیے؟...... ایسے مشکوک کاروبار کے

لئے مضاربت نامہ دینا (کہ اس کے مطابق مضارب مال حاصل کرسکتا ہے) کیا درست ہے؟..... جبکہ اس کے جواز پر اطمینان بھی نہ ہو!!! رہے عوام تو ان کے سامنے تو یہ تفصیلات نہیں ہوتیں، ان کو تو بس یہ بتایا جاتا ہے کہ دیکھیے! دارالعلوم کراچی سے مضاربت نامہ آیا ہے، ہم اس کے مطابق ہی رقم وصول کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتاتے کہ جس کاروبار کے لئے رقم لے رہے ہیں وہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور دارالعلوم کراچی کے اہل افتاء کو اس پر اطمینان ہے یا نہیں؟

**تنبیہ** : ان بینکوں میں ایک بنیادی خرابی ''محدود ذمہ داری'' کی بھی ہے، جس کی وجہ سے ان کے تمام بیوع اور منافع ناجائز اور حرام ہو جاتے ہیں، ہم نے اپنی کتاب ''غیر سودی بینکاری (ایک منصفانہ علمی جائزہ)'' میں اس کے عدمِ جواز کی تفصیل لکھ دی ہے، اِفادۂ عام کے لئے وہ تحریر بعینہ یہاں بھی نقل کی جاری ہے۔

## مسئلہ نمبر۴ : ﴿محدود ذمہ داری﴾

اس عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''اگر عقد میں کوئی شرط کسی تیسرے اجنبی شخص کے ذمہ لگائی جائے تو عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط خود فاسد ہو جاتی ہے۔ علامہ شامی (رحمہ اللہ تعالیٰ) لکھتے ہیں:

**المراد بالنفع ما شرط من أحد العاقدين على الآخر فلو على أجنبى لا يفسد و يفسد الشرط لما فى الفتح و الولوالجية: بعتك الدار بألف على أن يقرضنى فلان الأجنبى عشرة دارهم فقبل المشترى لايفسد البيع لأنه لا يلزم الأجنبى و لا خيار للبائع اهـ ملخصاً(ردالمحتار ۸۵/۵،باب البيع الفاسد)**

اور البحرالرائق میں علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و فی المنتقی قال محمد: کل شیء یشترطه المشتری علی البائع یفسد به البیع فاذا شرطه علی أجنبی فهو باطل کما اذا اشتری دابة علی أن یهبه فلان الأجنبی کذا فهو باطل کما اذا شرط علی البائع أن یهبه.

اس کے حاشیہ پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قوله: فهو باطل أی فالشرط باطل کما فی البزازیة (البحر ۲/ ۱۴۱)

یہاں محدود ذمہ داری کا شرکاء کے باہمی حقوق وفرائض سے تعلق نہیں یعنی یہ شرط ایک شریک دوسرے شریک پر یا (اگر مفتی عبدالواحد صاحب کے بقول اجارہ ہے تو) مستأجر اجیر پر نہیں لگا رہا بلکہ یہ تمام حصہ داروں کی طرف سے اپنے دائنین کے لئے ایک اعلان یا ان کے ساتھ ایک شرط ہے کہ اگر کمپنی کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں آپ کے دیون کمپنی کے اثاثوں سے زیادہ ہوئے تو آپ صرف اثاثوں کی حد تک ہی اپنے دیون وصول کرسکیں گے۔ اس اعلان کے مخاطب شرکاء نہیں بلکہ شرکاء کے دائنین ہیں لہٰذا یہ شرط متعاقدین ایک دوسرے پر نہیں لگا رہے بلکہ اجنبی پر لگا رہے ہیں اور ایسی شرط مذکورہ عبارات فقہیہ کی روشنی میں خود تو باطل ہوجاتی ہے لیکن اس سے عقد فاسد نہیں ہوجاتا۔

محدود ذمہ داری کے ناجائز ہونے کی صورت میں یہ اعلان اور اجنبیوں پر یہ شرط عائد کرنا ناجائز ہوگا اور شرط بھی فاسد ہوگی لیکن اس کی وجہ سے عقد کو فاسد نہیں کہا جاسکتا'' (غیر سودی بینکاری (ایک منصفانہ علمی جائزہ) ۳۴۵، ۳۴۶)

**اَقول!** ان عبارات فقہیہ سے جو بات نکالی گئی ہے وہ یہ ہے کہ شرکاء کے درمیان محدود ذمہ داری کی شرط سے یہ عقدِ شرکت یا عقد مضاربت فاسد نہ ہوگا یہاں تک تو یہ بات درست

معلوم ہوتی ہے لیکن یہاں دو عقد ہیں، ایک عقدِ شرکت (جو شرکاء کے درمیان ہے) یا عقد مضاربت ہے (جو شرکاء اور بینک کے درمیان ہے) اور دوسرا وہ عقد ہے جو دائنین اور بینک یا مالکان بینک یا حصہ داران کے درمیان ہے۔ اس دوسرے عقد کے عدم فساد کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ یہاں یہ شرط فاسد صلبِ عقد میں ہے، اور یہ شرط فاسد کسی اجنبی پر بھی نہیں، اس لیے کہ یہ دائنین جو کہ فروخت کنندگان ہیں، کے لئے ہے اور وہ بھی اس عقد میں ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عبارات فقہیہ مذکورہ سے تو اس عقد کا عدم فساد معلوم نہیں ہوتا لہٰذا محدود ذمہ داری کی شرط کی وجہ سے یہ دوسرا عقد یعنی عقد بیع فاسد ہوگا، اور جب یہ عقد فاسد ہوا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بینک کی پوری کمائی عقود فاسدہ کی مرہون منت ہے اور عقود فاسدہ بتصریح فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بحکم سود ہیں اور بینک کے مالکان اپنے شرکاء کو جو نفع دیتے ہیں ان عقود فاسدہ سے حاصل کر کے دیتے ہیں۔ گویا کہ بینک محدود ذمہ داری کے تصور کی بنیاد پر خود بھی عقود فاسدہ کی حرام آمدنی کھا کر سود کے گناہ میں ملوث اور ان کے تمام شرکاء بھی بحکم سود عقود فاسدہ کے منافع کھا کر سود کے گناہ میں ملوث ہیں۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جو مبیع عقد فاسد کے سبب ملک میں آئی ہو اس کے منافع ارباح فاسدہ اور حرام ہیں۔

قال الامام المرغيناني رحمه الله تعالى: قال : ((ومن اشترى جارية بيعا فاسدا وتقابضها ، فباعها وربح فيها تصدق بالربح ، و يطيب للبائع ماربح في الثمن )) و الفرق أن الجارية مما يتعين فيتعلق العقدبها ، فيتمكن الخبث في الربح ، و الدراهم و الدنانير لا تتعينان في العقود ، فلم يتعلق العقد الثاني بعينها ، فلم يتمكن الخبث فلا يجب التصدق ، وهذا في الخبث الذي سببه فساد

book\untitled.JPG not found.

ا

حاصل

مالکوا

شرکہ

# حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم کی چند کتابیں

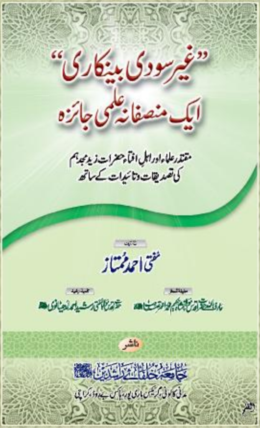

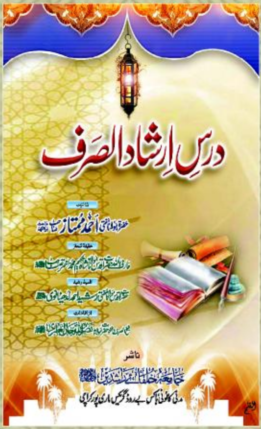


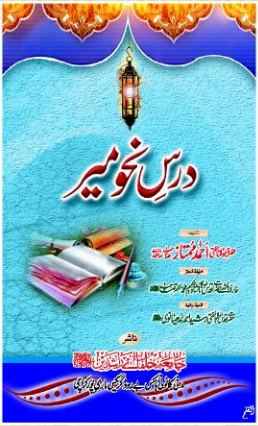


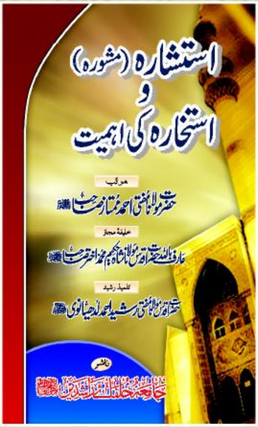


ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی

رابطہ: 0333-2117851